مثل قینچی کے دو پلڑوں کے شریک تھے۔ کوئی نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے کس نے زیادہ کام کیا ہے۔"

جب پوری قوم تحریک آزادی میں شکست کھانے کے بعد زخموں سے چُور اور بے حال تھی تو سرسید احمد خان یوں نمک پاشی کرتے ہیں:۔

"تم نے اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شکر ادا نہیں کیا۔ اس کا وبال تم پر پڑا۔ اور چند روز تغیر عملداری کر کے تم کو مزہ چکھا دیا۔ حکمت الٰہی اس میں یہ تھی کہ تم اب ہماری سرکار انگلشیہ کی عملداری کی قدر جانو اور اسی کے سایہ حمایت کو اپنے سر پر ظل ہما سے بہتر سمجھ کر خدا کا شکر ادا کرتے رہو۔" (تاریخ سرکشی ضلع بجنور)

آخر میں ایڈورڈ تھامس کی کتاب "انقلاب ۱۸۵۷ء کی تصویر کا دوسرا رخ" ترجمہ شیخ حسام الدین صفحہ ۱۵ سے مندرجہ بالا پیرا نقل کرنے کو جی چاہتا ہے۔

"آج سے سو سال بعد یقیناً ایک ایسا دن آئے گا جب کہ غدر کے متعلق تمام واقعات اور ہندوستانی روایات کا سختی سے احتساب کیا جائے گا۔ اور اس پر تعصب یا پروپیگنڈے کی حیثیت سے نہیں بلکہ خالص تاریخی اعتبار سے نظر ڈالی جائے گی۔ جس کے بعد وہ ایک مستند صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ یقیناً غلامانہ زندگی کی یہ ایک نہایت ہی خوفناک کہانی ہوگی۔" (علی ارشد فیصل آباد)

ولی خان اور قادیانیت | پاکستان کے سیاست دانوں میں خان عبدالولی خان پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے کھلم کھلا قادیانیوں کی حمایت میں اعلان کر دیا ہے۔ وہ بار بار فخریہ انداز میں کہتے ہیں کہ انہوں نے بھٹو صاحب کے زمانہ میں اسمبلی میں پیش کردہ اس بل کی مخالفت کی تھی جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ میرے ہی اصرار پر احمدی فرقہ کے سربراہ کو پارلیمنٹ میں اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کا موقعہ دیا گیا لیکن اس کے باوجود احمدی فرقہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ ہم اس وقت بھی اس کے مخالف تھے اور اب بھی مخالف ہیں کیونکہ ہم سیکولرازم کے سختی سے قائل ہیں۔" (روزنامہ مشرق ۲۱ جولائی ۱۹۸۶ء)

خان عبدالولی خان زیرک سیاست دان ہیں۔ اس لئے ان کے بیانات کو سرسری طور پر دیکھ کر نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ قادیانیوں کے حق میں یہ بیان انہوں نے روسی سفیر سے ملاقات کرنے کے بعد دیا ہے اور ایسے موقعہ پر دیا ہے کہ اس کی پارٹی کا ایک رہنما روس کے دورہ پر ہے۔ پس عین ممکن ہے کہ روسی سامراج نے قادیانیوں کے ساتھ ساز باز کی ہو اور پرانے ساتھیوں کو ان کے ساتھ دوستی کرنے کا اشارہ دیا ہو۔ اس بیان کا اس پہلو سے بھی ہم نے جائزہ لینا ہے کہ ولی خان اور قادیانیوں میں قدر مشترک کیا ہے؟

میرے خیال میں ولی خان کی آنکھ میں آج کل سب سے زیادہ کھٹکنے والی چیز جہاد افغانستان ہے اپنی ہی

قوم افغانیوں کی مدد سے ہاتھ کھینچ کر اس کے نیشنلزم کا بھانڈا پھوٹ پڑا ہے۔ ایسے بظاہر قوم پرست اور در پردہ روس پرست کے لئے ایک ایسے فتویٰ کی ضرورت ہے جو جہاد کے خلاف ہو۔ یہ فتویٰ کسی مسلمان سے تو اسے مل نہیں سکتا اس لئے اب وہ اس کافر لعین کو مسلمان بنانے کے درپے ہیں جس نے ان الفاظ میں جہاد کے خلاف دیا تھا۔

"میں بڑی تاکید کے ساتھ یہ بات کہتا ہوں کہ میرے ارادتمندوں کی تعداد جتنی بھی بڑھتی جائے ان میں قائلین جہاد کی تعداد کم ہی ہوگی اس لئے مجھے مسیح و مہدی تسلیم کرنے کا مطلب ہی ترک جہاد ہے" (تبلیغ الرسالت ص۱۷)

سیف وعصا سے ایمان کو دل میں داخل نہیں کیا جاتا یہ دیکھئے صحیح بخاری میں بڑی واضح حدیث ہے جس میں مسیح موعود کی تعریف کرتے ہوئے کہا گیا ہے۔ کہ یضع الحرب یعنی اس کی غرض بعثت ہی قتال کا خاتمہ ہے (تریاق القلوب ص۱۷)

ولی خان افغانستان پر روسی قبضہ کا حامی ہے۔ اور ہر اس حاکم کی اطاعت لازمی سمجھتا ہے جو روسیوں کی طرف سے افغانیوں کی گردنوں پر سوار ہو جائے۔ مرزا صاحب کے مذہب میں ایسا کرنا بالکل درست ہے۔ لکھتے ہیں

"کسی مومن مرد و عورت کے لئے ایسے بادشاہ کی نافرمانی درست نہیں جو اس کے اہل و عیال کی حفاظت کرتا اور اس کی ناموس و مال کو بچاتا ہو۔ احسان پیشہ ہو، غم کو دور کرتا اور حسن سلوک سے پیش آتا ہو" (التبلیغ ص۴۲)

ولی خان افغان مسلمانوں کو تسلی دیتے ہیں کہ روس کی کافر حکومت مذہب پر پابندی نہیں لگائے گی مسجدیں نہیں ڈھائے گی۔ نماز، اذان اور تلاوت کی مکمل آزادی ہوگی۔ لیکن وہ بیچارہ نہیں سمجھتا کہ اسلام نماز، روزہ، اذان اور تلاوت کے ساتھ حریت کا درس بھی دیتا ہے۔ اسلام اپنے صحیح پیروکاروں کو اتنا غیرت مند بناتا ہے کہ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی غیروں کی حکمرانی برداشت نہیں کر سکتا۔ اسلام کے بارے میں ان کے خیالات اور مرزا صاحب کے خیالات میں زبردست ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ مرزا صاحب کافر سامراج کی وکالت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"بتائیے آج کفار میں سے کون ہے جو دین اسلام میں مزاحمت کرنے کے لئے تلوار اٹھاتا ہو؟ دینی امور کے سرانجام دینے سے آج کون روکتا ہے۔ مسجدوں میں اذان کہنے سے کون مانع ہے۔ فرض کیجئے اگر ایسے پرامن عصر و عہد میں مسیح موعود پیدا ہو جاتے اور اس امن کی ناقدری کرتے ہوئے وہ بلاوجہ تلوار اٹھاتے تو میں خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ ایسا شخص کذاب و مفتری ہوگا اور ہرگز سچا مسیح نہیں ہوگا۔ (تریاق القلوب ص۱۶)

(ذرا سوچئے کہ انگریزی دور بدامنی کو کس طرح امن کا عصر عہد کہا جاتا ہے۔ اور افغانستان میں روسی دستوں کی حفاظت میں چلنے پھرنے والا واپس آکر کس ڈھٹائی کے ساتھ کہتا ہے کہ میں نے افغانستان میں ایک گولی چلنے کی آواز بھی نہیں سنی۔ سمیع، بکم، عمی)

یہ تو ہے ان میں نظریاتی قدر مشترک۔ ایک دوسری وجہ سے بھی یہ دونوں ایک دوسرے کے نزدیک ہو سکتے ہیں یہ کہ دونوں کے آباؤ اجداد جاگیردار تھے۔ مرزا صاحب رقمطراز ہیں:۔

"رنجیت سنگھ کی حکومت کے آخری ایام میں میرے والد مرزا غلام مرتضیٰ قادیان میں واپس آئے اور انہیں پانچ گاؤں واپس ملے۔ ۱۸۵۷ء میں انہوں نے سرکار انگریزی کی خدمت گزاری میں پچاس گھوڑے مع پچاس سواروں کے اپنی گرہ سے خرید کر دئے تھے"۔ (ازالہ اوہام ص ۵۳)

ولی خان نے تو اس قسم کا اعتراف نہیں کیا ہے البتہ ہندوستان ٹائمز یکم جنوری ۱۹۸۶ء نے یہ انکشاف کیا ہے کہ "خان عبدالغفار خان ۱۸۹۰ء میں تحصیل چارسدہ ضلع پشاور کے اتمان زئی گاؤں میں پیدا ہوئے ان کے دادا بہرام خان اس گاؤں کے نمبردار تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حریت طلب ہندوستان کے خلاف انگریزوں کو مدد دی۔ اور اس مدد کے بدلے انگریزوں نے بھاری جاگیر دی"۔

آخر میں ہم ولی خان سے مؤدبانہ التماس کرتے ہیں کہ وہ اپنے سادہ دل پیروکاروں کے جذبات کا خیال رکھیں اور قادیانیوں کو متنبہ کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے عظیم محسن سردار داؤد اور اس کے معصوم بچوں کے سفاکانہ قتل پر خوشی کے شادیانے بجاتا ہے۔ اور اپنے منہ بولا چچا کے قاتل کے گلے میں خوشی کے اظہار کے طور پر ہار پہناتا ہے۔ اور اس قاتل کو نجات دہندہ کہہ کر خوش آمدید کہتا ہے اور جب یہی نجات دہندہ ہلاک ہو جاتا ہے تو پھر تحقیر کے طور پر اسے گدھا کہتا ہے۔ اور اب اس کے قاتل حفیظ اللہ امین سے دوستی استوار ہوتی ہے۔ اور اب اس کی مدح سرائی میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دئے جاتے ہیں لیکن جب وہ بھی افسوسناک اور شرمناک انجام سے دوچار ہوتا ہے تو اسے امریکہ کا ایجنٹ کہا جاتا اور اس کا قاتل ببرک اس کی آنکھ کا تارا بن جاتا ہے۔ ببرک ولی بھائی بھائی کے نعرے سن کر خوشی سے پھولے نہ سمانے والا اب ببرک کارمل کا نام سن کر کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں۔ اس کے ہاں ببرک کارمل ثالم فلت کی نشانی ہے۔ اس کردار کا آدمی کسی کا دوست نہیں ہو سکتا۔

(ابو عمار قریشی)

مؤتمر المصنفین کی ایک تازہ تاریخی پیشکش

قادیان سے اسرائیل تک

تالیف و اشاعت ——— مؤتمر المصنفین

"قادیانیت مذہبی سے زیادہ ایک سیاسی سامراجی سیاسی تنظیم ہے، برطانوی سامراج اور یہودی صیہونیت نے اس سیاسی تحریک کو عالم اسلام کے خلاف کیسے کیسے استعمال کیا؟ اسرائیل کے قیام میں اس کا کردار کیا تھا؟ ایسے تمام مخفی گوشوں کا بے لاگ جائزہ — مستند اور مدلل انداز میں تحقیقی جائزہ"

کتاب کے تیرہ ابواب کی ایک جھلک ہر باب کئی ذیلی عنوانات پر مشتمل ہے

۱— سیاسی تحریک مذہبی بہروپ
۲— یہودی مسیح موعود
۳— سامراجی صیہونی آلہ کار
۴— حکیم نورالدین کا دور
۵— سیاسیات دور ثانی
۶— مرزا محمود کی لندن یاترا
۷— لندن منصوبے کی تکمیل
۸— نئے مبلغ نئے فتنے
۹— عالمی استعمار کے گماشتے
۱۰— جنگ عظیم اور قادیانی تحریک کار
۱۱— تحریک پاکستان اور قادیان
۱۲— اقوام متحدہ اور مسئلہ فلسطین
۱۳— یہودی ریاست کے سائے میں

بلاشبہ اس موضوع پر پہلی ایسی مستند اور محققانہ کتاب

جس کے لئے

صرف قادیانی غیر قادیانی اور یورپی مآخذ کو کھنگالا گیا ہے

آج ہی طلب فرمائیں — تبلیغ کے لئے دس نسخے طلب کرنے والوں کو ۳۳ فی صد رعایت۔
قیمت ۲۵/ روپیہ، صفحات: ۲۲۴، کاغذ: عمدہ، طباعت: ویڈنگ آفسٹ، ٹائٹل مجلد

مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور